

## پیش لفظ

سریندر پرکاش فن افسانہ نگاری پر بے مثال گرفت اور تخلیقی قوت کے سبب ہم عصر افسانہ نگاروں میں ممتاز اور نمایاں ہیں۔ ان کے افسانوں میں عصری شعور کا تسلسل علمتی اور اساطیری پیرائے میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں معنوی گہرائی اور وسعت پیدا کرنے کے لیے اساطیر اور معاشرے سے علمتیں کشید کی ہیں، علمتی نوعیت کے حامل کردار تراشے ہیں۔ وہ اپنی سوچ اور فکر کے بیان کے لیے سیاسی و تاریخی شعور سے بھی کام لیتے ہیں۔ ان کی افسانہ نگاری میں جو تخلیقی شعور موجود ہے، وہ ان کی انفرادیت و یکتاں کی مثال ہے انہوں نے اردو افسانہ کی روایت سے استفادہ کے ساتھ ہی انفرادیت اور علیحدہ شناخت قائم کرنے کے لیے جو صورتیں اختیار کی ہیں، وہ انہیں سے مختص ہیں۔ سریندر پرکاش کے افسانے سیاسی استحصال، ثقافتی زوال، عصری واردات، ڈھنی انتشار، ذات کی دریافت، اجنبیت کا عذاب، معاشرے کا زوال، وجودی افکار اور قلبی واردات جیسے موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان کی کہانیوں میں یہ کوشش رہی ہے کہ معنوی حیثیت سے وہ عناصر ابھر کر سامنے آئیں لیکن گرفت میں نہ آسکیں، جو محسوس تو کیے جاتے ہیں مگر ان کا نقش نہ بنایا جاتا ہو، جنہیں لکھا تو گیا ہو لیکن ابھارا نہ گیا ہو۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ سریندر پرکاش کی کہانیاں خواب و بیداری کے نقچ جھولتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جس کے باعث وہ اپنے معاصرین میں منفرد و یکتا ہیں۔ چنانچہ ایم فل کے لیے ”سریندر پرکاش کی افسانہ نگاری میں عصری شعور“ کا انتخاب دراصل موجود عہد میں افسانوی شعور میں رحمانات اور بدلتے ہوئے موضوعات کے مطالعے اور اسی تناظر میں سریندر پرکاش کی انفرادیت و امتیازات کی نشاندہی کی خاطر کیا گیا ہے۔ مقالہ چارابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب سریندر پرکاش کی حیات و خدمات سے متعلق ہے اس میں حسب و نسب، اعلیٰ خاندان، تعلیم اور

ملازمت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے اگرچہ وہ بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھے لیکن ان کی تحریروں میں پختگی، سماجی و معاشرتی احوال، فنی و فکری تکنیک اور افسانہ نگاری میں مہارت ان کو تعلیم یافتہ اور ذہنی و فکری سطح پر پختہ ثابت کرتی ہے۔ ذریعہ معاش کے لیے دردر کی ٹھوکریں برداشت کرنا پڑیں۔ قسم، ترکِ طن، رشتوں کو کھو دینے کا غم، بدلتے ہوئے معاشرتی و سماجی حالات، قتل و غارت گری اور پے در پے مسائل نے سریندر پرکاش کی زندگی پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ جس کی وجہ سے ان کے افسانوں میں سیاسی و معاشرتی صورتِ حال پر تقدیم نظر آتی ہے۔ بچپن سے ہی افسانہ نگاری کا آغاز کر دیا تھا۔ خوش مزاج، باشمور، خوبصورت رشتوں کی قدر کرنے والے منسار، خوش طبع اور اعلیٰ صفات کے حامل انسان تھے۔ ان کے دل میں بڑوں کا ادب، بچوں سے پیار، مذاہب کا احترام، غربیوں سے ہمدردی اور رشتوں کا احترام موجود تھا۔ رشتوں کے ساتھ مخلصانہ رویہ ان کی اعلیٰ ظرفی کی مثال ہے۔ سریندر پرکاش اپنے مخصوص علمتی بیان، شعری حربوں کے استعمال، تہہ داری، شعوری اور لا شعوری منطقوں، تحتِ افظی، قدیم ہندو اور اسلامی اساطیر اور تمثیلی انداز کی وجہ سے معاصرین میں انفرادیت اور یگانگت کی مثال ہیں۔ ان کے ہم عصر افسانہ نگاروں میں انتظار حسین، انور سجاد، بلراج مین را، افتخار عارف، انور مشتاق اور بلراج کوہل وغیرہ شامل ہیں۔ سبھی معاصرین کی سریندر پرکاش کی افسانہ نگاری کے معرف نظر آتے ہیں۔ تمام چیزیں اور مسائل کے باوجود سریندر پرکاش نے اپنی زندگی کا سفر ہمت و حوصلے سے طے کیا۔

باب دوئم میں سریندر پرکاش کے پہلے اور دوسرے افسانوی مجموعے ”دوسرے آدمی کا ڈرائیگرڈم“ اور ”برف پر مکالمہ“ میں عصری شعور کو پیش کیا گیا ہے۔ اردو کے جدید افسانوں میں ان مجموعوں کی اہمیت مشتعل راہ کی ہے جس میں سریندر پرکاش نے جدیدیت کے موضوعات پر کہانیاں تخلیق کی ہیں ان کہانیوں سے سریندر پرکاش کے تخلیقی ذہن کا پتہ بھی چلتا ہے اور ان سے آئندہ کے امکانات بھی واضح ہوتے ہیں۔ یہ کہانیاں سریندر پرکاش کے فنی اور تکنیکی برداشت کا اعلیٰ نمونہ ہیں جن میں انہوں نے مختلف تجربات کیے ہیں وہ کبھی افسانے کو اسطوری طرزیاں سے رعنائی بخستے ہیں تو کبھی علمتی اور تمثیلی اندازِ گفتار سے اپنے فن پر مضبوط گرفت کی مثال پیش کرتے ہیں زیادہ تر کہانیوں میں افسانہ نگار کی ذہنی سطح بہت پیچیدہ، گنجک اور مہم ہے۔ جو عام قاری کی سمجھ سے باہر ہے اور سریندر پرکاش کی شخصیت ایک علمتی فنا کار کی

حیثیت سے ابھر کر سامنے آتی ہے جس سے قارئین کو ان کی ادبی اہمیت و انفرادیت کا پتہ چلتا ہے۔ ان مجموعوں میں شامل افسانے وجودی کرب، دوہر اپن، ماحول کی دہشت ناکی، بے ضمیری، تہذیبی ارتقاء، قدر و کار زوال، جذباتی کشمکش، مشین تہذیب کا پھیلاؤ بے چینی، ذات کی شاخت، معاشرے میں انجما د، عدم تحفظ، انسانی ہوس، تقسیم ہند اور معاشرے کے زوال کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان میں علامت، تمثیل، تجید اور اسطور کا برتاؤ خوبصورتی سے کہا گیا ہے۔ عصری شعور اور حالات و اقدامات کے پیش نظر بدلتے ہوئے موضوعات کے حوالے سے محققین و ناقدین کی آراء کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ بعض اوقات علامت اور اسطور سازی کی شدت کی وجہ سے سریندر پر کاش کے افسانوں کے معنی و مفہوم کو سمجھنا بہت دشوار ہو جاتا ہے البتہ عصر حاضر کا بیان ان کے تمام مجموعوں میں نمایاں نظر آتا ہے۔ سریندر پر کاش کے بیشتر افسانوں میں ایک بات مشترک ہے کہ یہ سمجھی گنگل اور نہم ہیں جو آسانی سے قاری کی گرفت میں نہیں آتیں۔ سریندر پر کاش کی کہانیوں کے موضوعات ان کے ہم عصر افسانہ نگاروں سے بہت مماثلت رکھتے ہیں جو ان کے عصری شعور کی دلیل ہے۔ منتو، کرشن چندر، بیدی، عصمت چعتائی، پریم چندر اور عصر حاضر میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے حوالے سے موضوعات سریندر پر کاش کے افسانوں میں ملتے ہیں جنہیں مصنف نے مخصوص علامتی انداز سے اپنی کہانیوں میں بیان کیا ہے اور ان افسانوں میں عصری شعور کو تلاش کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے۔

باب سوئم میں ان افسانوں میں عصری شعور کو پیش کیا گیا ہے جو سریندر پر کاش کے تیرے افسانوی مجموعے ”بازگوئی“ میں شامل ہیں اس مجموعے کی عموماً سمجھی کہانیاں فنی رعنائیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ سریندر پر کاش نے بجو کا، بازگوئی اور خواب صورت جیسے شاہکار افسانے پیش کر کے اردو افسانوی ادب میں اپنی عظمت کو منوایا ہے اور بلند مقام حاصل کیا ہے اس مجموعے کی کہانیوں میں تقسیم ہند، وجود کی ٹوٹ پھوٹ کا عمل، نظام پر شدید طنز، ذات کی تلاش، وجود کی برہنہ سچائیوں سے نبرد آزمائی، مایوسی اور ڈھنی کرب جیسے موضوعات کو بیان کیا گیا ہے زیادہ تر کہانیوں میں سیاست اور ایں سیاست کو تقدیر کا نشانہ بنایا گیا ہے اس مجموعے کی کہانیوں میں موضوعات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ افسانہ نگار کا انداز بھی تھوڑا بدلا ہوا دکھائی دیتا ہے مگر اب بھی اعلامت اور اسطور سازی کے ذریعے سے کہانی بیان کرتے ہیں لیکن اب وہ شدت نظر نہیں آتی جو ان کے پہلے مجموعے میں دکھائی دیتی تھی البتہ وہ روایتی کہانی، پلاٹ، کردار نگاری اور مکالمہ سازی

سے انحراف کرتے ہیں مگر کہیں کہیں روایتی کہانی کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ سریندر پرکاش نے اپنے افسانوں میں ظالمانہ و جاہرانہ حکومت اور سیاسی رہنماؤں پر شدید نظر کیا ہے وہ اپنی ذات کی بات نہیں کرتے بلکہ عام آدمی کی زندگی میں درپیش مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بناتے ہیں۔ افسانہ بجھوکا کواردوادب میں وہ مقبولیت حاصل ہے جو دوسرے افسانہ نگاروں کے افسانوں کو شاید ہی حاصل ہو۔ یہ افسانہ سریندر پرکاش کی پہچان بھی بنا اور اس افسانے کو ادارو ادب کے مابعد جدید افسانے کا مأخذ و نفع قرار دیا گیا ہے جس میں افسانہ نگار نے ایک قدیم اسلوب میں اسی نوع کے موضوعات کو پیش کر کے جدید معاشرے کو ایک سیاسی مسئلے کا جامہ پہندا دیا ہے۔ سریندر پرکاش کی شخصیت اور ان کے افسانوں میں عصری شعور کا اعتراف ہر دور میں کیا گیا ہے۔

باب چہارم میں سریندر پرکاش کا رنگ آخر یعنی آخری مجموعہ ”حاضر حال جاری“ کی کہانیوں میں عصری شعور کو تلاش کرنے کی سی کی گئی ہے۔ ان کے افسانوں کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک زندہ و جاوید فنکار ہے جسے اپنے معاشرے کے واقعات و حالات، عصری شعور کے حوالے سے بدلتے ہوئے موضوعات کے رجحانات اور ادبی دنیا کے نظریات و تصورات کے تغیرات پر گہری نظر ہے۔ انہوں نے عہد حاضر کے موضوعات کو اپنی کہانیوں میں بیان کیا ہے سریندر پرکاش کے پہلے افسانوی مجموعوں میں شامل کہانیوں کے نسبت اس مجموعے میں موضوعات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کے اندازِ بیان میں بھی واضح تبدیلی دکھائی دیتی ہے اس دور کے افسانوں میں وہ روایتی افسانہ نگاری کی تقلید، عام فہم اور سادہ جملوں کا استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علامت، تمثیل اور اسطوری سازی سے ہٹ کر کہانی میں جذبات، احساسات، کردار سازی، مکالمہ نگاری، پلاٹ اور روایتی اسلوب کی پیروی کرتے ہیں جو عام قاری بھی آسانی سے معانی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ سریندر پرکاش کے اس دور کی کہانیوں میں ہجرت، مہاجرین کو درپیش مسائل، عدم تحفظ، سیاست پر طنز، قتل و خون، فرقہ واریت، ہندو مسلم فسادات، ۱۹۷۲ء سے ۱۹۹۲ء تک کے حالات و واقعات، بابری مسجد کے انهدام، تقسیم بغلہ دلیش، معاشرے کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال، پاکستانی سیاست و معاشرت پر تحفید اور کرفیو جیسے موضوعات کو بیان کیا گیا ہے اس دور کے زیادہ تر افسانوں میں مصنف نے سیاست اور حکومت کو کڑی تحفید کا نشانہ بنایا ہے اکثر اوقات تو یہ طنزیہ انداز اس قدر شدت اختیار کر جاتا ہے کہ افسانہ نگار خود کہانی میں رونما ہو کر

مخالفت کرنے لگتا ہے۔ اس مجموعے کی کہانیاں کچھ تو مصنف کی یاداشت کچھ سفر نامہ اور کچھ خطوط کی تکنیک میں تخلیق کی گئی ہیں اور پیشتر کہانیاں ملک کی تقسیم کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے مابین مہاجرین کے قیام، مذہبی اختلافات، فرقہ وارانہ فساد اور دونوں ملکوں میں جمہوری نظام کی ختنگی پر تخلیق کی گئی ہیں۔ ہر دور میں سریندر پرکاش کی افسانہ نگاری میں عصری شعور کا رفرانظر آتا ہے۔

میرے لیے سریندر پرکاش پر اس نوع کا مقالہ لکھنا ممکن نہ ہوتا اگر مجھے ”ڈاکٹر احتشام علی“ کی شاگردی اور سرپرستی کا شرف حاصل نہ ہوتا استاذی محترم نے علمتی اور اساطیری افسانوں میں چھپے ہوئے اسرار و رموز اور معانی و مفہومیں تک رسائی میں میری رہنمائی فرمائی اُن کی اس مدد کے بغیر سریندر پرکاش کے افسانوں میں عصری شعور کو سمجھنا میرے لیے ممکن نہ ہوتا۔ شکریہ کی معمولی الفاظ سے ان کا حق ادا نہیں ہو سکتا میرے دل میں ان کے احترام کے جذبات ہمیشہ کے لیے ثابت ہو گئے ہیں۔ میں اپنے شعبے کے ان تمام اساتذہ کا بے حد ممنون و شکرگزار ہوں جنہوں نے مقالے کی تیاری میں میری مدد فرمائی۔ تمام اساتذہ کی عزت میرے دل میں ہمیشہ باقی رہے گی۔

میں اپنے والدین، بہن بھائی، اپنی رفیقة حیات، اُن کے والدین اور ملک فتح محمد اعوان صاحب کے احسانات واکرامات کو الفاظ کا جامنہ نہیں پہنانا سکتا کیونکہ یہ سبھی شخصیات ہمیشہ اللہ کے حضور میں سر بخود ہو کر میری کامیابی و کامرانی کی دعا کیں مانگتی رہی ہیں۔ انہیں کی دعاؤں کا شمرہ ہے کہ یہ مقالہ تیار ہو سکا۔ میں ان کے احسانات کو شکریہ کے چند رسی الفاظ میں مدد و نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ یہ سبھی خوش و خرم اور آباد و شادر ہیں۔

آخر میں اپنے تمام دوستوں اور تصور صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔ ان سبھی لوگوں نے مقالے کی تیاری میں کسی نہ کسی مرحلے پر میری مدد فرمائی۔

صلوٰۃ اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے جبیب ﷺ کی ذات کا!

حافظ محمد ابو بکر

